عہدِ صحابہؓ میں

جناب محمود عارف صاحب
دانش گاہِ پنجاب۔ لاہور

مدینہ منوّرہ کے مکاتب اور ان کی تعلیمی خدمات

درس گاہ ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مدینہ منوّرہ کی تعلیم گاہوں میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی علمی اور مذہبی درس گاہ بھی قابلِ ذکر ہے۔ جس نے اپنی بے نظیر کارکردگی سے تاریخِ اسلام کو بے حد متاثر کیا اور علم و فنون کی بے نظیر خدمت سرانجام دی۔

مختصر حالات زندگی سعد نام، ابو سعید کنیت، خدرہ خاندان، والد کا نام مالک بن سنان بن عبید اور والدہ کا نام انیسہ بنت حارثہ (از قبیلۂ عدی بن نجّار) ہے۔ ہجرت نبویہ سے ۱۲ برس قبل پیدا ہوئے [1] ماں باپ دونوں نے اوائل میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس لیے ان کی پرورش خالص اسلامی ماحول میں ہوئی۔ غزوۂ بنی مطلق اور ان کے بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ اسلامی حکومت کے عروج و زوال کی کئی داستانیں ان کے سامنے بنیں۔ وہ قافلۂ صحابہ کے ایک اہم رکن کی حیثیت سے ۷۳ھ تک دینی، تعلیمی اور ملکی سطح پر اپنی وسعت کے مطابق خدمت کرتے رہے۔ ۷۳ھ میں بعمر ۸۶ سال بمقام مدینہ منوّرہ انتقال فرمایا اور انصار کے شہر خموشاں میں مدفون ہوئے [2]

دورِ تعلیم و تربیت حضرت ابو سعید خدریؓ نے اپنے بچپن اور شباب کی آنکھیں، اسلام کے دامن میں کھولی تھیں۔ بچپن میں اسلام کی محبت (بموجب صَادَفَ قلباً

خالیاً فتمکنا) ان کے رگ و پے میں سرایت کر گئی ۔ شباب نے اس محبت کی آگ کو دو آتشہ بنادیا چنانچہ ابو سعید ایک سرگرم مجاہد ، سرفروش غازی کی حیثیت سے اسلام کی تبلیغ و تعلیم اور توسیع و اشاعت میں مصروف رہے ۔

علم کے حصول کا زمانہ تقریباً دس برس پر محیط ہے ۔ ذاتِ نبویہ کے علاوہ مسجد نبویہ میں کئی حلقہ ہائے درس قائم تھے ۔ قرآن مجید ایک قاری سے پڑھا ۔ فقہ اور احکام مسائل کی تعلیم کے لیے خاص مسجد نبوی میں کئی جلیل القدر انصاری صحابہؓ نے اپنے حلقہ ہائے تعلیم قائم کر رکھے تھے ۔ یہ حضرت ابو سعید کی طالب علمی کا ابتدائی زمانہ تھا ۔ لوگوں کے پاس تن ڈھانکنے کو کپڑے تک میسر نہ تھے ۔ ایک دوسرے کی آڑ میں چھپ چھپ کر بیٹھتے تھے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ۔ اس وقت قاری قرات کر رہا تھا ۔ آپ کو دیکھ کر خاموش ہو گیا ۔ اس تمام جماعت میں صرف ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہچانتے تھے ۔[۳]

حدیث ، فقہ اور احکام و مسائل مدرسۂ نبویہ سے حاصل کئے ، ذات نبویہ کے علاوہ خلفائے اربعہ اور حضرت زید بن ثابتؓ کے تلمذ کا شرف بھی حاصل کیا ۔[۱]

صحابہ کرامؓ کی یہ خصوصیت ، بلا تخصیص سب میں پائی جاتی ہے کہ انہوں نے حصول علم میں کبھی کوئی رکاوٹ محسوس نہ کی ۔ انہیں علم کے حصول کا جذبہ کسی حالت میں چین سے نہ بیٹھنے دیتا تھا ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ بھی اس وصف میں دوسرے صحابہ کے ساتھ برابر کے شریک ہیں ۔

علم و فضل

حضرت ابو سعید خدریؓ کا شمار ان جلیل القدر صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی عمر عزیز کے گراں مایہ لمحات اسلام کی خدمت اور اس کی توسیع و اشاعت کے لیے کوششوں میں صرف کر دیئے ۔ وہ اپنے دور کے عظیم فقیہ اور فقہ و حدیث کے بہت بڑے ماہر تھے ۔[۲]

ان سے جلیل القدر صحابہ سے لے کر ادنیٰ تابعین تک سبھی نے استفادہ کیا ۔ ان کے باب فضائل کا زریں پہلو یہ ہے کہ ان سے ابن عمر ، ابن عباس ، زید ابن ثابت جیسے صحابہ نے بھی ، جو بجائے خود علم کا سمندر تھے استفادہ کیا ۔ ان سے کل مرویات کی تعداد ۱۱۷۰ ہے ۔[۳]

قارئین کتب حدیث کے لیے ابو سعید خدری کا نام کسی تعارف یا تعریف کا محتاج نہیں ہے ۔ زندگی کے بہت سے اہم مسائل ان سے منقول ہیں ۔ حدیث کی کوئی کتاب ہو ابو سعید خدری اس میں ضرور ملیں گے ۔ ان کی محدثانہ بصیرت ہر طبقہ اور ہر مسلک کے لوگوں کے ہاں مسلم ہے ۔

درس گاہ کے کوائف

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی درسگاہ تقریباً ۷۴ھ تک قائم رہی ۔ مدینہ کی درسگاہوں میں یہ درس گاہ اس لحاظ سے بھی اہمیت کی حامل

ہے کہ اس کا زمانہ دوسروں (مثلاً مکتب عائشہ م ۵۸ھ ، درس گاہ ابوہریرہ م ۵۹ھ) سے زیادہ طویل ہے۔ اس درس گاہ نے اس دورِ ظلمت میں بھی جو ۶۰ھ سے ۷۳ھ تک کے عرصہ پر محیط ہے شمع علم کو فروزاں رکھا اور بھٹکے ہوئے راہ نوردوں کی رہنمائی میں مصروف رہی۔

مستفیدین ان سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ ہم صرف چند مشہور ناموں پر اکتفا کرتے ہیں۔ صحابہ میں سے مندرجہ ذیل نام قابل ذکر ہیں :-

(۱) زید بن ثابتؓ (استاد بھی شاگرد بھی) (۲) عبداللہ بن عباسؓ (۳) انس بن مالکؓ (۴) عبداللہ بن عمرؓ (۵) عبداللہ بن زبیرؓ (۶) جابر بن عبداللہؓ (۷) ابو قتادہؓ (۸) محمود بن لبیدؓ (۹) ابوالطفیلؓ (۱۰) ابو امامہؓ بن سہل۔

تابعین میں سے : (۱۱) سعید بن مسیبؒ (۱۲) طارق بن شہابؒ (۱۳) عطاءؒ (۱۴) مجاہدؒ (۱۵) ابوعثمانؒ (۱۶) سہندیؒ (۱۷) عبید بن عمیرؒ (۱۸) عیاض بن ابی سرح (۱۹) بشر بن سعید (۲۰) سعید بن سیرین (۲۱) عبداللہ بن محرز (۲۲) ابوالمتوکل ناجی۔[۵۱]

آپ کا حلقۂ درس ہمیشہ لوگوں سے بھرا رہتا تھا۔ خاص سوال کرنے والوں کو بمشکل ہی موقعہ مل سکتا تھا۔ اوقاتِ درس کے علاوہ بھی اگر کوئی شخص کسی مسئلہ کی بات پوچھتا تو اسے جواب دے کر تشفی فرماتے۔[۵۲] روایت کرنے میں احتیاط کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ اپنے تلامذہ اور شاگردوں کے ساتھ ان کا سلوک ہمیشہ ہمدردی، اخوت، اور شفقت و محبت سے لبریز ہوتا۔ اگر کوئی شاگرد انہیں گھر سے بلاتا تو بلا تکلف باہر نکل کر اس کے ساتھ چل پڑتے۔ اسی قسم کا ایک واقعہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مذکور ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ انہیں آواز دی وہ چادر اوڑھے گھر سے نکل آئے۔ ابوسلمہؓ نے کہا کہ ذرا باغ تک چلیں آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ چنانچہ وہ فوراً ساتھ ہو لیے۔[۵۳]

مدینہ منورہ کی صبح سعادت کا طلوع اس وقت ہوا تھا۔ جب آفتاب نبوت کی کرنیں اس کے در و دیوار سے ٹکرائی تھیں اور اس شہر کی خاک کا ذرّہ ذرّہ اس کے سامنے چشم براہ ہو گیا تھا۔ اور اس کے بعد سے یہ شہر دنیائے اسلام کا معلم و مربّی کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اس شہر میں صحابۂ کرام کی سب سے زیادہ اکثریت رہائش پذیر تھی۔ ان میں قرّاء بھی تھے اور علماء و فضلاء بھی۔ ان میں محدّث بھی تھے اور فقیہ بھی۔ رازدارانِ شریعت بھی تھے اور شہسوارانِ حکومت و سیاست بھی۔ اس طرح یہ شہر ایک ایسی یونیورسٹی کی حیثیت رکھتا تھا جس میں فنونِ اسلامیہ کے مختلف شعبہ جات کے لئے جدا جدا شعبے (DEPARTMENTS) قائم تھے۔ اور ہر شعبے میں تکمیل کی شان ظاہر اور ہویدا تھی۔

اس شہر نبوی میں کتنے مکاتب قائم تھے؟ یہ سوال ہے۔ جس کے چند گوشوں سے اس مقالے میں نقاب اٹھایا جائے گا۔ مختصراً یہ کہ اس شہر میں جتنی پاکیزہ اور باکمال ہستیاں آباد تھیں وہ سب اپنی اپنی جگہ ایک مکمل مکتب تھیں۔ بعض اشخاص بجائے خود ایک انجمن ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ تمام ہستیاں مکمل مدارس اور تعلیم گاہوں کی حیثیت رکھتی تھیں گو ان کی تعلیم کے لئے کوئی جگہ، کوئی وقت مخصوص نہ تھا مگر اس کے باوجود بھی چلتے پھرتے، آتے جاتے ان کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ ان میں بعض جلیل القدر صحابہ کرامؓ ایسے بھی ہیں جنہوں نے مساجد میں اپنے اپنے حلقہ ہائے درس قائم کر لئے ہوئے تھے۔ جن میں عام طور سے اس وقت درس تدریس کی مسند آراستہ ہوتی تھی جب معلم اور متعلم دونوں مشاغل ضروریہ سے فارغ ہوتے تھے یا کوئی اچانک ضرورت پیش آجاتی تھی۔ یہ بے شمار درس گاہیں مدینہ منورہ کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی تھیں۔ یا دوسرے لفظوں میں مدینہ کے ہر دوسرے گھر میں کوئی نہ کوئی مکتب ضرور قائم تھا۔ ان تمام کا احصاء نہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ممکن ہے۔ البتہ چند ایسے مکاتب کا ذکر کیا جا رہا ہے جنہیں اسلامی تعلیم میں کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

دنیائے اسلام کا اوّلیں دار الخلافہ مدینۃ المنوّرہ جن گراں مایہ جواہرات علمی سے مالامال تھا۔ دوسرے اسلامی شہر اس شرف سے بہت کم فیض یاب تھے۔ اس شہر میں قرارت کے مدارس بھی تھے اور فقہ و احکام کے مراکز بھی۔ حدیث نبوی کی تعلیم گاہیں بھی سرگرم عمل تھیں اور تفسیر قرآن کے مکاتب بھی۔ ہم شروع میں قرارت کی ان درسگاہوں کا ذکر کرتے ہیں جن کی حیثیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

مکتب زید بن ثابت انصاریؓ | مدینۃ المنورہ کی قابل ذکر اور قابل فخر درسگاہوں میں ایک یادگار مکتب حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کا ہے۔

نام و نسب | نام زید، کنیت ابوسعید، ابوخارجہ، ابوعبدالرحمٰن، القاب کاتب الوحی، مقری، فرضی، خزرجی ثم نجاری ہے۔ سلسلہ نسب کچھ اس طرح ہے۔ زید بن ثابت بن ضحاک بن زید بن لوذان ۔۔۔ اور والدہ کا نام نوار بنت مالک بن معاویہ ہے۔ پیدائش ۱۱ - ق ھ ہیں اور سعادت ایمانی ۱ ھ میں بعمر ۱۱ سال نصیب ہوئی۔ مدینہ منورہ میں حضرت زید بن ثابتؓ کاتبین وحی میں ممتاز مقام کے حامل تھے۔ بعد از وفات نبوی بعہد ابوبکر صدیق اور پھر بعہد عثمان غنی ان کمیٹیوں کے امیر بنائے گئے جو جمع قرآن کی غرض سے انتخاب کی گئی تھیں اور اپنی ذمہ داریاں نہایت خوش اسلوبی سے نبھائیں۔ ۴۵ھ میں بعمر ۵۶ سال مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا اور انصار کے گورغریباں میں مدفون ہوئے۔[۲۶]

علم و فضل | حضرت زید بن ثابتؓ کی داستان علم و فضل کسی وضاحت کی محتاج نہیں۔ وہ قرون اولیٰ کے کبار صحابہ کے ممتاز فرد تھے۔ ان کا شمار راسخون فی العلم کے طبقے میں ہوتا ہے۔ ان کے دامن میں قرارت، فرائض، قضایا اور فتاویٰ وغیرہ جیسے اہم علوم شامل تھے۔ حضرت زیدؓ بالخصوص علم القراءت اور علم الفرائض میں مہارت رکھتے تھے جس کی وجہ

سے ان کو فرضی اور مقری کے القاب ملے۔ جو ان فنون میں ان کی خصوصی مہارت کے منہ بولتے ثبوت ہیں۔ حضرت زید بن ثابتؓ کا سب سے عظیم کارنامہ ان کا امت کو ایک ہی قراءت اور ایک ہی مصحف پر متفق کرنا اور قرآن مجید کو ما بین الدفتین مرتب کرنا ہے۔ اس سلسلے میں قرآن کریم کی بہت سی آیات حضرت زید بن ثابت کے پاس محفوظ تھیں جن کا چند صحابہ کے علاوہ کسی کو علم نہ تھا۔ حضرت زید بن ثابتؓ کے یہ دو عظیم کارنامے ہیں جن کی بدولت ان کا نام دنیائے اسلام میں دوامی حیثیت اختیار کر گیا[۹]

تلامذہ اور مستفیدین | حضرت زیدؓ کی درسگاہ سے ایک کثیر گروہ نے استفادہ کیا۔ چند مخصوص حضرات کے اسماء یہ ہیں:-

۱۔ انس بن مالکؓ۔ ۲۔ ابو ہریرہؓ۔ ۳۔ ابو سعید خدریؓ۔ ۴۔ سہل بن حنیفؓ۔ ۵۔ ابن عمرؓ۔ ۶۔ سہل بن سعدؓ۔ ۷۔ عبداللہ بن یزید خطمیؓ۔ ۸۔ سعید بن مسیبؒ۔ ۹۔ قاسم بن محمدؒ۔ ۱۰۔ ابان بن عثمانؒ۔ ۱۱۔ خارجہ بن زیدؒ۔ ۱۲۔ سہل بن ابی حثمہؒ ۱۳۔ ابو عمروؒ۔ ۱۴۔ مروان بن حکمؒ۔ ۱۵۔ عبید بن سباقؒ۔ ۱۶۔ عطاء بن یسارؒ۔ ۱۷۔ بسر بن سعیدؒ۔ ۱۸۔ حجر مدریؒ۔ ۱۹۔ طاؤسؒ۔ ۲۰۔ عروہ۔ ۲۱۔ سلمان بن زیدؒ۔ ۲۲۔ ثابت بن عبیدؒ۔ ۲۳۔ امام سعدؒ۔[۱۰]

ان سے روایات کی تعداد نہایت قلیل یعنی ۹۲ (جن میں ۵ متفق علیہ) ہے جس کی وجہ ان کی احتیاط پسندی ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ ان کا اصل شرف علم فرائض اور علم القراءت میں ان کا خصوصی امتیاز رہے۔ اور انہی علوم میں ان کی درسگاہ دنیائے اسلام کے طول و عرض میں خصوصی شہرت رکھتی تھی۔ اور طالبانِ شوق دور دراز سے استفادہ کرنے کے لئے حاضر ہوتے اور اپنے دامن کو علم و عرفان کے موتیوں سے بھر کر واپس لوٹتے تھے۔ حضرت زیدؓ نے عوامی ضرورت کے پیشِ نظر دورِ فاروقی میں علم فرائض کے متعلقہ مسائل میں ایک کتابچہ بھی تحریر فرمایا تھا۔ جو غالباً اس موضوع پر دنیائے اسلام کی اولین تصنیف ہو گی۔ قراءت کے سلسلہ میں بھی ان کا نام ہمیشہ باقی رہے گا۔ ان سے ان کی قراءت کو ابن عباس، ابن عبدالرحمٰن سلمی۔ ابو العالیہ ریاحی۔ ابو جعفر چار راویوں نے روایت کیا ہے۔[۱۱]

مکتبِ اُبی بن کعب انصاریؓ | مدینہ منورہ میں قراءت کا سب سے بڑا مدرسہ حضرت ابی بن کعب انصاریؓ کا تھا جن کی قراءت کا زمانۂ نبوی سے اتنا شہرہ ہو چکا تھا کہ بارہا زبانِ نبوی سے تحسین و آفرین کی صدائیں بلند ہوئی تھیں۔

نام و نسب | نام ابیؓ، کنیت ابو المنذر، ابو الطفیل۔ القاب۔ سید القراء، سید الانصار نجاری ہیں۔ سلسلہ نسب ابی بن کعب بن قیس۔ بن عبید۔ بن زیاد۔ بن معاویہ اور والدہ کا اسم گرامی صہیلہ تھا۔ حضرت ابیؓ زمانہ جاہلیت سے علم و ادب سے لگاؤ رکھتے تھے چنانچہ اسی دور میں تورات پڑھی اور فن کتابت سیکھا۔ علوم تورات کی روشنی میں انہوں نے ذاتِ نبویؐ کو پہچانا۔ اور علم کتابت سے حامل وحی کی وحی کو مرتب کر کے تقویت پہنچائی۔ ہجرتِ نبوی کے بعد اولین وحی کو لکھنے کا شرف حضرت ابیؓ کو ہی میسر آیا۔[۱۲] ذاتِ نبوی کا اس درجہ قرب تھا۔ کہ نزولِ وحی سے سب سے پہلے

انہی کو آگاہی ہوتی تھی۔ بعد از وفات نبوی ایک طویل عرصہ تک قرآن اور علوم قرآن کی خدمت کرتے رہے۔ اور مدینہ منورہ ۳۰ھ میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

علم و فضل حضرت ابی ان بزرگوار ہستیوں میں سے تھے جو اپنی داستان علم و فضل کے لئے کسی تعریف یا تعارف کی احتیاج نہیں رکھتے۔ زمانۂ نبوی ہی سے ان کی ثقاہت و بزرگی کا اعتراف کیا جانے لگا تھا خود زبانِ نبوی ﷺ سے "اَقْرَؤُهُمْ اُبَیٌّ" (ان میں سب سے بڑے قاری ابیؓ ہیں۔ تکمیل ہو چکا تھا۔[۵] آخری سال آپؐ نے حضرت ابی کو قرآن سنا کر ان کی قرآن دانی کا اعتراف کیا۔ ان کے سوانح نگاروں کا کہنا ہے کہ انصار میں ان سے بڑھ کر کوئی عالم نہ تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور میں نماز تراویح کی امامت کے لئے ابی بن کعبؓ ہی کا بجا انتخاب فرمایا تھا۔ اور یہ بھی اعلان کیا تھا کہ جو شخص فن قرأت سیکھنا چاہتا ہو وہ ابی بن کعبؓ کی طرف رجوع کرے۔[۶] ان علوم میں ان کی خصوصی توجہ کے مرکز اور الفاظ قرآن اور تعبیر معانی قرآن تھے اور یہی ان کی فضیلت اور بزرگی کے معیار اعلیٰ بنے۔

درسگاہ کے کوائف یہ بات قابل اور قابلِ فخر ہے کہ مدینہ منورہ میں اس وقت جب کہ انصار اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوتے تھے حضرت ابی مسجد کے ایک گوشے میں وہ اپنی دکان سجا کر بیٹھتے تھے جس میں قرآن کریم کی بلا معاوضہ تعلیم دی جاتی اور مستفیدین مفت استفادہ کرتے تھے۔

تلامذہ و مستفیدین حضرت ابیؓ کے اس مکتب سے ایک گروہ کثیر نے استفادہ کیا۔ چند بزرگوں کے اسمار گرامی حسب ذیل ہیں:- ۱۔ عمر فاروقؓ ۲۔ ابوایوب انصاریؓ ۳۔ عبادہ بن الصامتؓ ۴۔ ابوہریرہؓ ۵۔ ابوموسیٰ اشعریؓ ۶۔ انس بن مالکؓ ۷۔ عبداللہ بن عباسؓ ۸۔ سہل بن سعدؓ ۹۔ سلیمان بن صردؓ ۱۰۔ سوید بن غفلہؒ ۱۱۔ زر بن حبیشؒ ۱۲۔ ابوالعالیہ الرفاعیؒ ۱۳۔ ابوعثمان النہدیؒ ۱۴۔ ابوالادریس الخولانیؒ ۱۵۔ عبداللہ ابن الحارثؒ ۱۶۔ عبدالرحمٰن بن ابزیؒ ۱۷۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ ۱۸۔ عبید بن عمیرؒ ۱۹۔ عبسی السعدیؒ ۲۰۔ ابن الخوتکیہؒ ۲۱) سعید بن المسیبؒ[۷]

وفات نبوی ﷺ کے بعد قرأت کی اس درسگاہ کو اور زیادہ اہمیت حاصل ہو گئی۔ خلافت راشدہ بالخصوص دور فاروقی میں انہیں سرکاری طور پر سید القراء کے منصب پر فائز کیا گیا۔

حضرت ابیؓ پُر تکلف زندگی گذارتے تھے۔ اس کے اثرات مدرسہ کی زندگی میں دیکھے جا سکتے تھے۔ ان کی نشست گدے پر ہوتی تھی اور شاگرد ان کی تعظیم کے لئے سروقد کھڑے ہو جاتے تھے۔ درس قرآن کے لئے کوئی وقت نہ تھا جہاں اور جب بھی موقع ملتا اپنے اس فرض کی ادائیگی فرماتے رہتے تھے۔ ان کا خصوصی وصف قرآن اور علوم قرآن میں خصوصی درک ہے۔ ان سے مندرجہ ذیل تین راویوں کے ذریعے قرأت کے تین مستقل سلسلے منقول ہوئے ہیں۔ ۱۔ عبداللہ بن کثیر ۲۔ نافع بن عبدالرحمٰن ۳۔ ابوردیم مدنی۔ معانی و مفاہیم میں ان کی روایات کے ذخیرے مصنف ابن ابی حاتم۔ تفسیر ابن جریر الطبری اور امام الرازی کی

مفاتیح الغیب میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ روایات حدیث میں ان کا معیار مکثرین صحابہ کی صف میں ہوتا ہے۔ ان سے کل مرویات کی تعداد ۔۔۔ ہے جس میں سے متفقاً تین اور بخاری میں تین اور مسلم میں سات احادیث منفرداً ہیں۔[۱]

---

۱. ن ن عمر اور تاریخ پیدائش میں کچھ اختلاف ہے۔ ہم نے علامہ ذہبی (دیکھئے تذکرہ الحفاظ، ذکر ابوسعید خدری) کی رائے کو ترجیح دی ہے کیونکہ دوسری رائے قطعاً خلاف عقل ہے۔
۲. حوالہ مذکور، نیز سیر الصحابہ، مہاجرین ۲، ذکر ابوسعید خدری۔
۳. مسند ۳: ۶۳

---

۱. سیر الصحابہ مہاجرین، ۲، ذکر ابوسعید خدری۔
۲. اصابہ: ۳ - تذکرہ ابوسعید خدری، نیز سیر الصحابہ انصار ۱: ص ۲۱۱
۳. مرویات کی تعداد کے لیے ملاحظہ ہو ابن سعد ۲ ج ۲ قسم ثانی۔ نیز سید سلیمان ندوی۔ سیرت عائشہ ص ۱۸۷ - ۱۸۸۔

---

۱. سیر الصحابہ انصار ۱: ص ۲۱۲۔ ۲. مسند ج ۳: ص ۳۵۔
۳. مسند ج ۳: ص ۶۰۔

---

۱. سعید انصاری: سیر الصحابہ، انصار ج ۱، ص ۳۸۰ تا ۳۹۸، اردو دائرہ معارف اسلامیہ بذیل زید بن ثابت
۲. اردو دائرہ معارف اسلامیہ بذیل زید بن ثابت، بذیل قرآن جمع و کتابت

---

۱. سیر الصحابہ ص ۳۹۴۔ ۲. سعید انصاری، سیر الصحابہ، انصار ص ۳۹۸ ۳. سعید انصاری کتاب مذکور ص ۱۵۰، ۱۵۱
۴. مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۲۳۔

---

۱. شبلی نعمانی، الفاروق ۲. سیر الصحابہ ج، ص ۱۵۷ ۳. الذہبی سیر اعلام النبلاء طبع مصر ص ۲۸۰ تا ۲۸۱ نیز سیر الصحابہ ج، ص ۱۵۷۔